اسلامی نقطہ نگاہ سے حلال کسب کی اہمیت اور اس کا فقہی حکم

جعفر علی تبسم[1]

اشاریہ

انسان کو اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے بہت ساری چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ان میں مادی، معنوی، فکری اور نفسیاتی ضروریات قابل ذکر ہیں یہ ضروریات درست اور جائز راستوں سے میسر نہ آئیں تو غلط راستوں سے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان میں سے کچھ ضروریات حلال کسب اور کمائی کے ذریعے سے پوری کی جاسکتی ہیں۔ اسی لئے دین اسلام میں حلال کسب اور کمائی کو خاص اہمیت حاصل ہے اور اسلامی معاشرے میں ان ضروریات کو پورا کرنے کے خاص طور و طریقے بیان ہوئے ہیں۔ کبھی انسان کے انفرادی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے حلال کسب کی اہمیت بیان ہوئی ہے کہ انسان کو اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت، قرض چکانے کے لئے حلال مال جمع کرنے کی تاکید ہوئی ہے اور کبھی اجتماعی اور معاشرتی پہلوں کو ملحوظ نظر رکھ کر حلال کسب کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔ اسی طرح اسلامی نقطہ نظر سے اسلامی معاشرے میں مسلمانوں پر دوسروں کی نسبت کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان میں کچھ ذمہ داریاں گھر کے سربراہ ہونے کے ناطے مرد کی گردن پر عائد ہوتی ہیں جیسے نفقہ کی ادائیگی اور گھر والوں کو آسائش فراہم کرنا۔ کچھ ایسی ذمہ داریاں بھی ہیں جو ایک مسلمان ہونے کے ناطے انسان پر عائد ہوتی ہیں جیسے خمس اور زکات کی ادائیگی۔ کچھ ذمہ داریاں بحیثیت انسان ہمارے اوپر عائد ہوتی ہیں جیسے ضروت مندوں پر انفاق کرنا۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ ان تمام اذمہ داریوں کی ادائیگی حلال کسب اور کمائی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

کلمات کلیدی:

حلال کسب، شرافت انسانی، فقر ممدوح، صلہ رحم، حقیقی مالک۔

---

[1]۔پی ایچ ڈی طالب علم گروہ فقہ تربیتی جامعہ المصطفیٰ العالمیہ

تاریخ وصول: ۲۰-۱-۲۰۲۳ تاریخ تائید: ۸-۴-۲۰۲۳

مقدمہ

اللہ تعالی نے انسان کو بہت ساری نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان نعمتوں میں سے ایک مال و دولت ہے۔ مال دولت ذاتی طور پر کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ اس کی اچھی اور بری ہونے کا دارومدار اس کے استعمال پر ہے۔ اگر جائز طریقے سے کسب کیا جاے اور درست استعمال کرے تو اچھی چیز ہے نادار اور غریب انسانوں کی خدمت کے لئے استعمال کیا جاے تو ارزشمند ہونے کے ساتھ قابل تعریف بھی ہے، لیکن اگر ناجائز طریقوں سے کمایا جاے اور غلط کاموں میں خرچ کرے تو بری چیز ہے۔ مال ہو تو انسان انفرادی طور پر اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر سکتا ہے اور اجتماعی امور میں حصہ لے سکتا ہے انسانی عزت کا تحفظ حلال کسب کے ذریعے ممکن ہوتا ہے۔ اگر حلال کمائی نہ ہو تو انسانی شرافت ایک لقمے کی خاطر نیلام ہو جاتی ہے۔ خاندانی آسائش اور سکون مال کے بل بوتے پر میسر آتا ہے۔ مال ہو تو انسان انفرادی ذمہ داریوں کے بعد اجتماعی ذمہ داریاں ادا کر سکتا ہے۔ ہم رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک، ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی مدد اور اہ خدا میں خرچ کرکے اپنی دنیا کے ساتھ آخرت بھی آباد کر سکتے ہیں۔ البتہ یہ بات ذہن میں ہونا چاہئے کہ ہر قسم کا مال اسلامی نقطہ نگاہ سے مطلوب نہیں ہے بلکہ وہ مال مطلوب ہے جو حلال طریقوں سے کسب کیا جائے۔

جس کے پاس حلال مال نہ ہو اس سے بہت ساری برائیاں سرزد ہو سکتی ہیں۔ تنگدست انسان کی اچھائیاں لوگوں کی نظروں میں برائی بن جاتی ہیں ناداری انسانی سماج میں بہت سارے جرائم کا پیش خیمہ ہے۔ جس معاشرے میں تنگدستی عام ہو وہاں ہر قسم کے فساد رائج ہوتے ہیں لہذا انسان کی انفرادی، خانوادگی اور اجتماعی زندگی میں کئی جہات سے حلال کسب اور کمائی کی اہمیت بیان کی جاسکتی ہے اس مقالے میں ان میں سے اہم ترین جہات کو بیان کرینگے۔

انسان کی خوش بختی میں مال ودولت کا کردار

اللہ تعالی نے جن نعمتوں سے انسان کو نوازا ہے، اگر وہ اپنی شرعی حدود اور شرائط کے مطابق اسے استعمال کرے تو انسان دنیا اور آخرت میں سعادت مند ہو سکتا ہے۔ انہی نعمتوں میں سے ایک مال و دولت کی نعمت ہے، لہذا اگر ہم مال و دولت کو شرعی طور وطریقے کے مطابق کمائیں اور شرعی اصولوں کے مطابق خرچ کریں تو ہماری زندگی میں بہت سارے مفید اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر مال کی کمائی اور خرچ دینی اصول و ضوابط کے مطابق ہو تو مال جمع کرنے اور خرچ کرنے میں کسی قسم کی کوئی محدودیت نہیں ہے۔ جیسے کہ ہم اپنے معاشرے میں بہت سارے ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو مال کی کمائی اور خرچ کرنے میں دینی اور شرعی اصولوں کے پابند ہیں۔

اس کے علاوہ مال و دولت کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہو جاتا ہے کہ دین مقدس اسلام کے بہت سارے احکامات مال سے مشروط اور مربوط ہیں۔ جب تک مال و دولت انسان کے پاس نہ ہو ان احکام کی بجاآوری ممکن نہیں ہے جیسے حج، عمرہ، خمس، زکات، صلہ رحمی وغیرہ۔ اسی لئے دنیا کو آخرت کی کھیتی کہا جاتا ہے کیونکہ انسان اس دنیا میں اچھے کام انجام دے کر آخرت میں ان کا اجر حاصل کر سکتا ہے جس طرح ایک زمین دار زمین میں گندم کاشت کرکے فصل کاٹتا ہے۔ اسی طرح مال دولت کے ذریعے بھی انسان دنیا میں بہت سارے اچھے کام کر سکتا ہے لہٰذا مال اور دولت انسان کی مادی زندگی میں آسانیاں پیدا کرنے کے ساتھ آخرت کی سعادت کا موجب بھی بن سکتا ہے اسی لئے بہت ساری آیات اور روایات میں حلال مال سے استفادہ کرنے کا حکم ہوا ہے:

"هُوَ الَّذي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولاً فَامْشُوا في مَناكِبِها وَ كُلُوا مِنْ رِزْقِهِ وَ إِلَيْهِ النُّشُور[۲]" (وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو رام کیا پس اس کے دوش پر چلو اور اس کے رزق میں سے کھاؤ اور اسی کے پاس زندہ ہو کر جانا ہے۔)

اس آیہ کریمہ میں زرق خدا سے استفادہ کرنے کا واضح حکم ہے کہ تم اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے کھاو اس لئے کہ اس نے زمین تمہارے لئے رام کی ہے کہ اس زمین میں ہر وہ چیز رکھی ہے جو تمہاری زندگی کی تمام ضروریات کو پورا کر سکتی ہے۔ اس میں وہ عناصر رکھے ہیں جن کے مختلف ترکیب سے تمہاری ضرورت کی مختلف چیزیں بن جاتی ہیں، لہٰذا تم اس رام زمین سے ہر قسم کی نعمت حاصل کر سکتے ہو اور اس سے اپنی زندگی کی ضروریات پوری کر سکتے ہو اس طرح تم دنیا اور آخرت میں سعادت مند ہو سکتے ہو۔ لیکن اگر مال کی کمائی یا خرچ شرعی اصولوں کے مطابق نہ ہو اور غیر شرعی طریقوں سے کمایا جائے، حرام امور میں استعمال کیا جائے تو یہ مال انسان کی ہلاکت اور بد بختی کا موجب بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری بعض روایات میں مال اور دولت کی مذمت ہوئی ہے اور اسے ایک مذموم چیز کے طور پر بیان کیا ہے کیونکہ کچھ لوگ اچھے برے اور حلال حرام کی تمیز کئے بغیر مال جمع کرتے ہیں۔ اس طرح کمائے ہوئے مال کا مالک بننے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ یاد خدا سے غافل ہو جاتا ہے اپنی آخرت بھول جاتا ہے اور اس مال کو عقلی اور شرعی اصول و ضوابط کے برخلاف استعمال کرتا ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جو بھی چیز انسان کو اس کے خالق سے دور کرے اور اپنی آخرت سے غافل کرے وہ دین مقدس اسلام میں مذموم ہے۔

لیکن اگر کوئی چیز انسان کو اللہ کے قریب کرے، آخرت سنوارنے کا موجب بنے تو وہ چیز نہ صرف مذموم نہیں ہے بلکہ ممدوح بھی ہے لہٰذا مال اور دولت کی مثال ایک تلوار کی سی ہے کہ جس سے انسان کسی کی گردن بھی کاٹ سکتا ہے اور اسی سے دشمن خدا پر وار بھی کر سکتا ہے اب یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ کس کام کے لئے استعمال کرتا ہے؟

---

[۲]۔ الملک/۱۵۔

ممدوح فقر

بعض روایات میں ظاہرا فقر اور ناداری کی تعریف اور مدح ہوئی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

" الْفَقْرُ فَخْرِي وَ بِهِ أَفْتَخِرُ[۳]"(فقر میرا فخر ہے اور میں اس پر فخر کرتا ہوں۔)

لیکن اگر ہم اس بارے میں موجود دوسری روایات میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جن روایات میں فقر کی تعریف ہوئی ہے اس سے مراد فقر مالی نہیں ہے بلکہ فقر ذاتی ہے کہ جس کی طرف قرآن مجید میں بھی اشارہ ہوا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

"يَأَيهَّا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَ اللَّهُ هُوَ الْغَنىُّ الْحَمِيد[۴]"(اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو بے نیاز، لائق ستائش ہے۔) فقر ذاتی سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے وجود میں اللہ کی طرف محتاج ہے۔ انسان ممکن الوجود اور اللہ واجب الوجود ہے۔ ممکن الوجود اپنے وجود میں واجب الوجود کی طرف محتاج ہے، جبکہ واجب الوجود کسی دوسری چیز کی طرف محتاج نہیں ہے۔ انسان مخلوق ہے اور اللہ خالق ہے، لہٰذا مخلوق کو اپنے خالق پر فخر ہی ہوتا ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

" كَفَى بِي فَخْراً أَنْ تَكُونَ لِي رَبّاً أَنْتَ كَمَا أُحِبُّ فَاجْعَلْنِي كَمَا تُحِب[۵]" (خدایا مجھے فخر ہے کہ تو میرا رب ہے اور تو ویسا ہے جیسا میں چاہتا ہوں پس مجھے ویسا بنا جیسا تو چاہتا ہے۔) لہٰذا روایات میں جس فقر کی تعریف ہوئی ہے وہ فقر ذاتی ہے۔ لیکن فقر مالی ایک قسم کی آزمائش اور امتحان ہے جس میں کامیاب ہونا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اسی لئے رسول خدا ﷺ نے فرمایا:" كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْراً[۶]"(فقر، کفر کے قریب ہے۔)

اسی طرح امیر المومنین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام سے مخاطب ہو کر رزق حلال کمانے کی اہمیت اور فقر کی مذمت میں فرماتے ہیں : " لَا تَلُمْ إِنْسَاناً يَطْلُبُ قُوتَهُ فَمَنْ عَدِمَ قُوتَهُ كَثُرَ خَطَايَاهُ يَا بُنَيِّ الْفَقِيرُ حَقِيرٌ لَا يُسْمَعُ كَلَامُهُ وَ لَا يُعْرَفُ مَقَامُهُ وَ لَوْ كَانَ الْفَقِيرُ صَادِقاً يُسَمُّونَهُ كَاذِباً وَ لَوْ كَانَ زَاهِداً يُسَمُّونَهُ جَاهِلًا يَا بُنَيِّ مَنِ ابْتُلِيَ بِالْفَقْرِ فَقَدِ ابْتُلِيَ بِأَرْبَعٍ خِصَالٍ بِالضَّعْفِ فِي يَقِينِهِ وَ النُّقْصَانِ فِي عَقْلِهِ وَ الرِّقَّةِ فِي دِينِهِ وَ قِلَّةِ الْحَيَاءِ فِي وَجْهِهِ فَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفَقْرِ[۷]."

(اے میرے بیٹے اس شخص کی ملامت نہ کرو جو اپنے ذریعہ معاش کی تلاش میں کوشش اور سعی کرتا ہے۔ جس شخص کے پاس کھانے پینے کا کچھ نہیں ہوتا اس سے بہت ساری غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں۔ اے میرے بیٹے فقیر شخص حقیر ہوتا ہے اس کی باتیں

۳۔ ابن فہد حلی، احمد بن محمد، عدۃ الداعی و نجاح الساعی، ص ۱۲۳۔
۴۔ فاطر/۱۵۔
۵۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، الخصال، ج ۲، ص ۴۲۰۔
۶۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ط-الاسلامیۃ)، ج ۲، ص ۳۰۷۔
۷۔ شعیری، محمد بن محمد، جامع الأخبار (للشعیری)، ص ۱۱۰۔

کوئی نہیں سنتا اس کے مقام و منزلت کا کوئی قائل نہیں ہوتا ہے۔ فقیر سچا بھی ہو لوگ اسے جھوٹا کہتے ہیں۔ اگر زاہد ہو تو لوگ اسے جاہل کہہ کے پکارتے ہیں۔ اے میرے بیٹے جو شخص فقر میں مبتلا ہوتا ہے وہ چار چیزوں میں مبتلا ہو جاتا ہے: اس کا یقین کمزور ہو جاتا ہے۔ عقل ناقص ہو جاتی ہے۔ دین میں نرمی اور کمزوری آجاتی ہے۔ اس کے چہرے پر حیاء کم ہوتی ہے لذا ہم فقر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔)

لہٰذا ان روایات کی روشنی میں مالی فقر کوئی اچھی چیز نہیں ہے ہاں اگر کسی میں اتنی قابلیت ہے کہ وہ فقر و ناداری کے امتحان میں کامیاب ہو سکتا ہو تو فقر بھی اچھی چیز ہے لیکن معمولا ہر انسان میں یہ قدرت نہیں ہوتی ہے کہ وہ تنگدستی کی جنگ سے لڑ کے فتح یاب ہو سکے، جب کہ مومن رزق حلال کسب کر کے دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہو سکتا ہے کیونکہ ایک طرف سے دنیا کی زندگی میں کچھ حد تک آسانی اور آسائش آسکتی ہے تو دوسری طرف شریعت کے ایسے احکام جن پر عمل پیرا ہونا مال دولت کے ساتھ مشروط ہے، ان کو انجام دے سکتا ہے اور رزق حلال کسب کر کے ایسے احکامات پر عمل پیرا ہو کر آخرت میں بھی سرخرو ہو سکتا ہے۔

شرافت انسانی کی حفاظت

اللہ تعالی نے انسان کو اپنی بہت ساری مخلوقات پر فوقیت دی ہے ساتھ ہی اسے محترم اور مکرم خلق کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا: " وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي ءَادَمَ وَ حَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَ فَضَّلْنَاهُمْ عَلَىَ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلا[8]" (اور بتحقیق ہم نے اولاد آدم کو عزت و تکریم سے نوازا اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سواری دی اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں بڑی فضیلت دی۔)

جس طرح اس نے اکرام و عزت دی ہے بلکل اسی طرح اس کی حفاظت کا حکم بھی دیا ہے یعنی انسان کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ اپنی عزت کو پائمال کرے اور دوسروں کے سامنے خود کو ذلیل کرے۔ اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں عزت کے ساتھ موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: " مَوْتٌ فِي عِزٍّ خَيْرٌ مِنْ حَيَاةٍ فِي ذُلٍّ[9]" (ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔) لہٰذا اللہ تعالی نے انسان کو یہ اجازت نہیں دی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے بلکہ جس عزت اور شرف کو اللہ نے انسان کے لئے عطا کیا ہے اس کی حفاظت کرنے کو لازم اور ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ امام صادق علیہ السلام نے

---

[8]۔ اسراء/۷۰۔
[9]۔ ابن شہر آشوب مازندرانی، محمد بن علی، مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)، ج۴، ص۶۸۔

فرمایا :" إِنَّ اللَّهَ فَوَّضَ إِلَى الْمُؤْمِنِ أُمُورَهُ كُلَّهَا وَ لَمْ يُفَوِّضْ إِلَيْهِ أَنْ يَكُونَ ذَلِيلا[۱۰]" (اللہ تعالی نے مومن کے سارے امور کو اس کے اختیار میں دیا ہے لیکن اسے اپنے آپ کو ذلیل کرنے کا حق نہیں دیا ہے۔) لیکن انسانی زندگی میں کچھ ایسے مراحل اور مواقع آجاتے ہیں جن میں انسان لغزش کا شکار ہوسکتا ہے کیونکہ انسان کے مختلف قسم کی ضروریات ہیں انہی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے انسان پوری زندگی تگ و دو کرتا ہے۔ انسان اپنی ساری ضروریات کو بذات خود پورا نہیں کرسکتا اس لئے دوسرے لوگوں سے تعامل برقرار کرتا ہے۔ کچھ امور دوسروں کے لئے خود انجام دیتا ہے اور دوسرے اس کے لئے کچھ امور انجام دیتے ہیں۔ اس طرح انسان کی زندگی کا سفر جاری رہتا ہے۔ انسان کی ضروریات میں سے ایک مادی ضرورت ہے جس کو پورا کرنا مال اور دولت پر موقوف ہے، لہٰذا اس ضرورت کو پورا کرنے لئے عقلی اور شرعی اصول و قوانین کے مطابق مال کمانا ضروری ہے، لیکن کبھی انسان کا دوسروں کے ساتھ تعامل، شرعی اور عقلی ضوابط کے مطابق نہیں ہوتا۔ جس کے نتیجے میں شرف انسانی مجروح ہوجاتا ہے۔ بھیک مانگنا، طمع اور لالچ کرنا اور غیر شرعی طریقوں سے کمانے سے انسان کی عزت مجروح ہوجاتی ہے۔ اسی لئے دین مقدس اسلام میں ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ تم اپنی عزت اور منزلت کی حفاظت کے لئے حلال رزق تلاش کرو چنانچہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: " لَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يُحِبُّ جَمْعَ الْمَالِ مِنْ حَلَالٍ فَيَكُفَّ بِهِ وَجْهَهُ وَ يَقْضِيَ بِهِ دَيْنَهُ.[۱۱] "(اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو حلال طریقے سے مال کمانا نہیں چاہتا ہے تاکہ اس سے اس کی عزت محفوظ رہے اور قرض ادا کرسکے۔) تنگدستی ایک ایسی آزمائش ہے جس میں اگر انسان کامیاب نہ ہوا تو انسانی شرافت اور عزت بھی محفوظ نہیں رہتی ہے لہٰذا انسان کو اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت کی خاطر حلال رزق کمانا نہایت ہی ضروری ہے۔

تنگدستی میں جس طرح دوسروں کے سامنے جھک کے ان سے مانگنا انسانی عزت مجروح ہونے کا سبب ہے بلکل اسی طرح اپنی مشکلات اور ضروریات ہر کسی کے سامنے بیان کرنے سے بھی انسانی عزت مجروح ہوجاتی ہے جیسا کہ مفضل بن قیس امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتا ہے: "قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع فَذَكَرْتُ لَهُ بَعْضَ حَالِي فَقَالَ يَا جَارِيَةُ هَاتِ ذَلِكَ الْكِيسَ هَذِهِ أَرْبَعُمِائَةِ دِينَارٍ وَصَلَنِي بِهَا أَبُو جَعْفَرٍ فَخُذْهَا وَ تَفَرَّجْ بِهَا قَالَ فَقُلْتُ لَا وَ اللَّهِ جُعِلْتُ فِدَاكَ مَا هَذَا دَهْرِي وَ لَكِنْ أَحْبَبْتُ أَنْ تَدْعُوَ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ لِي قَالَ فَقَالَ إِنِّي سَأَفْعَلُ وَ لَكِن إِيَّاكَ أَنْ تُخْبِرَ النَّاسَ بِكُلِّ حَالِكَ فَتَهُونَ عَلَيْهِمْ.[۱۲]"

(میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے کچھ (مشکل) حالات بیان کئے تو امامؑ نے اپنی کنیز سے فرمایا کہ چار سو درہم پر مشتمل ایک تھیلی جو منصور دوانقی کی طرف سے پہنچی ہے وہ مجھے دیدے (پھر مجھ سے کہا اس تھیلی کو اٹھاو اس سے کچھ مشکلات حل کرو۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا: مولا خدا کی قسم میں نے اپنی مشکلات اس لئے بیان کی تھیں کہ آپ

---

[۱۰]۔ طوسی، محمد بن الحسن، تہذیب الأحکام (تحقیق خرسان)، ج۶، ص۱۷۹۔
[۱۱]۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، ج۳، ص۱۶۶۔
[۱۲]۔ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ، ج۹، ص۴۴۵۔

میرے حق میں اللہ کی بارگاہ میں دعا کریں (آپ سے پیسے مانگنا مقصود نہیں تھا) پھر آپ نے فرمایا: دعا تو میں کرلونگا لیکن تم لوگوں کے پاس اپنی مشکلات بیان کرنے سے باز آو کیونکہ ایسا کرنے سے لوگوں کے سامنے تمہاری اوقات نہیں رہتی۔) جس طرح دوسروں سے مانگنے سے انسان کی عزت مجروح ہوجاتی ہے اسی طرح اپنی مشکلات دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے بھی انسان کی عزت چلی جاتی ہے اسی لئے امام نے مفصل سے منع کیا کہ تم ہر کسی کے سامنے اپنی مشکلات بیان کرتے مت پھرو تمہاری عزت اور آبرو ختم جائے گی۔ لہٰذا یہاں سے ہمیں حلال کسب اور کمائی کی اہمیت کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ جس عزت اور اکرام کے ساتھ اللہ تعالی نے انسان کو خلق کیا ہے اس کی حفاظت کے لئے حلال رزق کمانا ایک شرعی اور عقلی ذمہ داری ہے۔

گھر والوں کی بنیادی ضروریات فراہم کرنا

دین مقدم اسلام میں جس طرح انسان کو اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت کے لئے حلال رزق کمانے کا حکم دیا گیا ہے بلکل اسی طرح اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کرنے کا حکم بھی دیا ہے جنہیں فقہی اصطلاح میں واجب النفقہ کہا جاتا ہے۔ دین مقدس اسلام میں ایک مسلمان کی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ بھی قرار دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی بچوں کے خوراک، لباس اور بنیادی ضروریات کو پورا کرے چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیات اس بارے میں صریحا بیان کرتی ہیں ان میں سے ایک آیت یہ ہے: "لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِه وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتاهُ اللَّه[۱۳]" (وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کے رزق میں تنگی کی گئی ہو اسے چاہیے کہ جتنا اللہ نے اسے دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرے۔) اس کے علاوہ بہت ساری آیات اور روایات ہیں جن میں گھر والوں کا نفقہ اور خرچہ سربراہ پر واجب ہونا بیان ہوا ہے[۱۴] بعض آیات میں بیوی اور بچوں کے لئے صریحا بیان ہوے ہیں، جب کہ روایات کی روشنی میں بوڑھے ماں باپ کی کفالت بھی واجب ہے جیساکہ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:" قُلْتُ مَنِ الَّذِي أُجْبَرُ عَلَيْهِ وَ يَلْزَمُنِي نَفَقَتُهُ قَالَ الْوَالِدَانِ وَ الْوَلَدُ وَ الزَّوْجَةُ وَ الْوَارِثُ الصَّغِيرُ يَعْنِي الْأَخَ وَ ابْنَ الْأَخ وغيره.[۱۵]" (حریر نامی راوی کہتا کہ میں نے امام صادقؑ سے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں جن کی کفالت مجھ پر لازم اور ضروری ہے اس کی ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں مجھے مجبور کیا جائے گا؟ تو امام نے فرمایا: ماں باپ، بچے، بیوی اور چھوٹے وارث یعنی چھوٹا بھائی اور بھتیجا وغیرہ کی کفالت تم پر واجب ہے۔)

لہٰذا دین مقدس اسلام میں انسان پر کچھ افراد کی کفالت واجب ہے جن کی ادائیگی لازم اور ضروری ہے۔ حلال کسب اور کمائی کے ذریعے ہی اس واجب کی ادائیگی ممکن ہے اور حلال کسب میں سستی کرنا نفقہ کی عدم ادائیگی کا موجب بنتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں

---

[۱۳]۔ طلاق/۷۔
[۱۴]۔ مثلا بقرہ/۲۳۳ اور نساء/۳۴ وغیرہ۔
[۱۵]۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، ج۳، ص۱۰۵۔

دین مقدس اسلام کا فرض کردہ ایک اہم واجب انسان انجام نہیں دے سکتا۔ جس کے نتیجے میں انسان دنیا اور آخرت میں ناکام ہو جاتا ہے۔ اس سے ہمیں حلال کسب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ خاندان کا توازن اور استحکام حلال کمائی سے ممکن ہے لہٰذا حلال کسب اور کمائی خاندان کے تحفظ کا باعث بنتا ہے اور خاندان کے تحفظ سے اسلامی معاشرے کی تشکیل پاتی ہے۔

گھر والوں کو آسائش فراہم کرنا

دین مقدس اسلام میں عائلی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے وجوب نفقہ کے علاوہ گھر والوں کو آسائش فراہم کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے البتہ فقہی کتب میں عام طور پر آسائش فراہم کرنا استحباب کے طور پر بیان کیا جاتا ہے؛ یعنی نفقہ اور کفالت کی طرح واجب نہیں سمجھا جاتا، بلکہ مستحب ہے کہ انسان اپنے اہل و عیال کو مالی اعتبار سے آسائش فراہم کرے۔ البتہ آسائش فراہم کرنا اس صورت میں مستحب ہے جب انسان وسعت مالی رکھتا ہو، لیکن اگر انسان تنگدستی کا شکار ہو، خود آسائش سے محروم ہو تو دوسروں کو آسائش فراہم کرنے کا حکم بھی معنی نہیں رکھتا۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: " صَاحِبُ النِّعْمَةِ يَجِبُ عَلَيْهِ التَّوْسِعَةُ عَلَى عِيَالِهِ.[16]" (صاحب نعمت پر لازم ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو گنجائش اور آسائش فراہم کرے۔) لہٰذا جس کو اللہ تعالی کی طرف سے رزق حلال نصیب ہوا ہے اور صاحب نعمت ہے وہ اپنے اہل و عیال کو سختی میں نہ رکھے، بلکہ اس مال و دولت کو اللہ تعالی کی طرف سے ایک نعمت سمجھ کر اپنے ماتحت افراد کے لئے آسانیاں فراہم کرے، کیونکہ حقیقت میں حلال مال کو حلال طریقے سے خرچ کرنا ہی اس کا شکر ادا کرنا شمار ہوتا ہے اور اللہ تعالی اس میں مزید برکت عطا کرتا ہے۔" لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ[17] "(اگر تم شکر کرو تو میں تمہیں ضرور زیادہ دوں گا۔) دوسری روایت میں اہل و عیال کو آسانیاں اور آسائش فراہم کرنے والے کو اللہ تعالی کا سب سے زیادہ محبوب بندہ کہا گیا ہے جیسا کہ امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: "أَرْضَاكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَسْبَغُكُمْ عَلَى عِيَالِهِ[18]" (اللہ تعالی کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو سب سے زیادہ آسائش فراہم کرتا ہے۔)

اللہ تعالی اپنے مخلوقات پر مہربان ہے اور ہر اس شخص کو پسند کرتا ہے جو اس کی مخلوقات پر مہربان ہو۔ اسی لئے وہ شخص جو اپنے اہل و عیال پر مہربان اور رحمدل ہوتا ہے اللہ تعالی بھی اس پر مہربان ہوتا ہے اور اس کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اہل و عیال پر خرچ کرنا اللہ تعالی کی رازقیت پر کامل ایمان ہونے کی علامت ہے، کیونکہ انسان حلال مال خرچ کرکے اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ انسان جب اپنے ماتحت افراد پر مہربان ہوتا ہے تو اللہ بھی اپنے ماتحت مخلوقات پر سب سے زیادہ مہربان ہوتا ہے اور اس رزق کا بدلہ کئی گنا زیادہ دیتا ہے۔ اسی لئے مومن کی علامات میں سے ایک یہ بھی بیان ہوا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی

---

[16]۔ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ، ج۲۱، ص۵۴۰۔
[17]۔ ابراہیم/۷۔
[18]۔ بروجردی، حسین، جامع احادیث الشیعۃ ج۲۶، ص۹۶۶۔

خواہش اور پسند کے مطابق کھاتا ہے جبکہ منافق اس کے برخلاف ہوتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ بِشَهْوَةِ أَهْلِهِ وَ الْمُنَافِقُ يَأْكُلُ أَهْلُهُ بِشَهْوَتِهِ[19]." (مومن اپنے اہل و عیال کی پسند اور خواہش کے مطابق کھاتا ہے جبکہ منافق اپنی خواہش اور پسند کے مطابق کھاتا ہے۔) اللہ تعالی کی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ بے نیاز ہے اور دوسروں کو عطا کرتا ہے اسی طرح مومن شخص بھی جب اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے تو گویا متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے؛ یعنی اللہ کی صفات کا جلوہ اس میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اہل و عیال پر خرچ کرنا مومن کی علامات میں سے شمار کیا گیا ہے؛ لہذا مومن انسان حلال کسب و کمائی بھی اسی نیت سے کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے آسانیاں فراہم کرے گا۔ اس سے حلال کمائی کی اہمیت بھی نمایاں ہو جاتی ہے کہ جب تک حلال مال انسان کے پاس نہ ہو انسان اپنے اہل و عیال کا نفقہ دے سکتا ہے اور نہ ان کو آسائیش فراہم کر سکتا ہے۔

نان و نفقہ کی ذمہ داری ادا کرنا اور آسائش فراہم کرنا اس صورت میں ممکن ہے جب انسان نے حلال طریقوں سے حلال کسب مال کیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حلال کمائی کرنے والے کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح قرار دیا گیا ہے جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: " الْكَادُّ عَلَى عِيَالِهِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ[20]" (اپنے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سعی اور تلاش کرکے مشقت برداشت کرنے والے کی مثال اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی سی ہے۔)

اسلام میں جہاد کو اتنی اہمیت ہے کہ قرآن کی آیات کی روشنی میں جہاد کرنے والے کے ساتھ خود اللہ تعالی معاملہ کرتا ہے اور اس کی جان اور مال کو جنت کے بدلے میں خریدتا ہے: "إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَ أَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ يُقْتَلُونَ[21]" (یقینا اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔)

کہیں پر جہاد کرنے والے کی ہدایت کرنے کی ذمہ داری خود خدا نے لی ہے[22] تو کہیں پر ان کو کامیاب اور کامران کرنے کا وعدہ دیا ہے۔[23] قرآن اور روایات میں غور و فکر کرنے سے ایسا لگتا ہے کہ جتنی اہمیت اسلام میں جہاد کو حاصل ہے کسی دوسرے کام کو نہیں ہے، لیکن ان ساری اہمیتوں کے باوجود اہل و عیال کے لئے حلال کسب اور کمائی کرکے مشقت برداشت کرنے والے کو جہاد کرنے والے کے مترادف قرار دیا ہے لہذا تعلیمات اسلام کی رو سے حلال کسب اور کمائی کی اہمیت جہاد کے برابر ہے۔

۱۹۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ط-الاسلامیۃ)، ج ۴، ص ۱۲۔
۲۰۔ فیض کاشانی، محمد محسن بن شاہ مرتضی، الوافی، ج ۱۷، ص ۹۷۔
۲۱۔ توبہ/۱۱۱۔
۲۲۔ عنکبوت/۶۹۔
۲۳۔ مائدہ/۳۵۔

رشتہ داروں سے اچھائی کرنے کا حکم

دین اسلام میں گھر والوں کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ بھی اچھا تعلق رکھنے کا حکم ہے۔ رشتہ داروں کے درمیان رابطے کو مضبوط رکھنے کے لئے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید ہوئی ہے جسے صلہ رحم کہا جاتا ہے۔ آیات اور روایات میں اس پر بہت زیادہ تاکید ہوئی ہے اور قرآن مجید میں بعض جگہوں پر اللہ کی بندگی کے ساتھ صلہ رحم کا حکم آیا ہے جیساکہ فرمایا: "وَ اعبُدوا اللهَ وَ لاتُشرکُوا بِهِ شَیْئاً وَ بالوالِدینِ احساناً و بِذِی القُربی[۲۴]" (اور تم لوگ اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک قرار نہ دو اور ماں باپ، قریب ترین رشتے داروں۔۔۔کے ساتھ احسان کرو۔) دوسری آیت میں تقوی الٰہی کے ساتھ صلہ رحمی کو بیان کیا ہے: " وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذي تَساءَلُونَ بِهِ وَ الْأَرْحامَ إِنَّ اللَّهَ كانَ عَلَيْكُمْ رَقيبا[۲۵]" (اور اس اللہ کا خوف کرو جس کا نام لے کر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں کے بارے میں بھی (پرہیز کرو)، بے شک تم پر اللہ کی نگرانی ہے)

آیات کے علاوہ بعض روایات میں بھی اللہ پر ایمان کے ساتھ صلہ رحمی کو سب ست بہترین عمل شمار کیا گیا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور پوچھا: " فَقَالَ أَخْبِرْنِي مَا أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ فَقَالَ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ قَالَ ثُمَّ مَا ذَا قَالَ صِلَةُ الرَّحِمِ[۲۶]" (پھر کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے سب سے افضل اور بہتر عمل کے بارے میں بتائیں تو آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا سب سے بہترین عمل ہے۔ راوی نے دوبارہ پوچھا: ایمان باللہ کے بعد کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا (سب سے بہترین عمل ہے۔)

ان آیات اور روایات کی روشنی میں صلہ رحمی کا اسلام کے دوسرے احکام کے مقابلے میں ایک نمایاں مقام اور مرتبہ نظر آتا ہے، کیونکہ انسان کے اجتماعی پہلو کے استحکام اور اسلامی معاشرے کی تشکیل میں صلہ رحمی کو وہ بنیادی مقام حاصل ہے جو دوسرے احکام میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اسی لئے صلہ رحمی کے فلسفوں میں سے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس حکم پر عمل پیرا ہو کے اسلامی معاشرے کی تشکیل، اصلاح اور اس کی پیشرفت ممکن ہو سکتی ہے۔

صلہ رحمی کے مختلف طریقے بیان ہوئے ہیں جن میں رشتہ داروں کے احوال پرسی کرنا، ان کو اذیت اور آزار نہ دینا، نفسیاتی طور پر رہنمائی کرنا اور مالی مدد کرنا شامل ہیں۔ ان تمام روشوں اور طریقوں کے بارے میں کچھ لکھنا مقالے کی طوالت کا موجب ہے لہٰذا

---

[۲۴]۔ نساء، /۳۶.

[۲۵]۔ ایضا/۱۔

[۲۶]۔ مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار (ط- بیروت)، ج۹۷، ص۸۱۔

شرائط مقالہ کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف مالی تعاون کے بارے میں مختصر بحث کرینگے تاکہ صلہ رحمی کے ضمن میں حلال کسب کی اہمیت واضح ہوسکے۔

ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی مدد کرنا

صلہ رحمی کے تمام طریقوں میں سے مالی معاونت اور امداد کرنے کو زیادہ اہمیت حاصل ہے، کیونکہ انسانی معاشرے میں سب کی مالی حیثیت ایک جیسی نہیں ہوتی ہے۔ بعض اوقات رشتہ داروں میں کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو مالی اعتبار سے تنگدست ہوتے ہیں۔ ایسے موارد میں شرع مقدس اسلام میں مالی وسعت رکھنے والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ غریب اور نادار رشتہ داروں کی مالی مدد کریں۔ البتہ غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرنا حکم شرعی ہونے کے ساتھ ایک فطری عمل بھی ہے۔ اللہ تعالی نے ہر انسان کی فطرت میں نیکی اور احسان کرنے کا جذبہ رکھا ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ایسے لوگ بھی احسان اور نیکی کرتے ہیں جو کسی دین اور مذہب کے پابند نہیں ہوتے ہیں۔ ایسا صرف اسی لئے ہے کہ انسان کی فطرت میں احسان کرنے کا جذبہ موجود ہے۔ اسلام نے اسی فطرت انسانی کے مطابق دوسروں پر احسان کرنے کا حکم کرنے کے ساتھ، رشتہ داروں کے بارے میں خصوصی طور پر تاکید کی ہے۔ یہاں تک کہ ان کی مالی مدد کرنا ایک قسم کا مالی حق شمار کیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں یہ حکم آیا ہے: "وَءَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّه"[۲۷] (قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دیا کرو۔) اگرچہ اس آیت کے بارے میں بحث ہے کہ ذالقربی سے مراد کون لوگ ہیں؟ بعض مفسرین نے اس سے مراد اہل بیت پیامبر ﷺ لی ہے اور اس نظریے کی اصل وجہ روایات ہیں کہ بعض روایات میں اس کی تفسیر اہل بیتؑ سے ہوئی ہے۔ اس آیت کا ایک مصداق یا مصداق کامل اہل بیت ہو سکتے ہیں، لیکن اس کی تفسیر کو ایک مصداق کے ساتھ مختص کرنا کسی صورت درست نہیں ہے، لہٰذا ذالقربی سے مراد ہر رشتہ دار بھی ہو سکتے ہیں اور صلہ رحمی کا ایک طریقہ یہی ہے کہ ان کی مالی مدد کی جائے اور صاحب استطاعت پر لازم ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں میں موجود ضرورت مندوں کی مدد کرے۔ اسی کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: "فَمَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلْيَصِلْ بِهِ الْقَرَابَةَ"[۲۸] (جسے اللہ تعالی نے مال دیا ہے اسے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا چاہئے۔)

۲۷۔ اسراء/۲۶
۲۸۔ نہج البلاغۃ (للصبحی صالح)، ص۱۹۹۔

اس کے علاوہ اسلام میں صدقہ دینے کی اتنی اہمیت بیان ہوئی ہے کہ سورہ توبہ کی آیت کی روشنی میں صدقہ دینے والے کے ہاتھ سے خود خدا صدقہ وصول فرماتا ہے:

"أَلَمْ يعْلَمُوا أَنَّ الله هُوَ يقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ[۲۹]" (کیا انہیں علم نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات بھی وصول کرتا ہے اور یہ کہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔)

آیت کے لب و لہجے سے صدقے کی اہمیت نمایاں ہے کہ صدقہ وہ کار خیر ہے جو دینے والے کے ہاتھ سے خود خدا ہی وصول کرتا ہے جس طرح پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: " مَا تَقَعُ فِي يَدِ السَّائِلِ حَتَّى تَقَعَ فِي يَدِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى[۳۰]" (صدقہ مانگنے والے کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالی تبارک کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے۔)

ان ساری اہمیتوں کے باوجود صلہ رحمی کے مقابلے میں فرماتے ہیں: "عَنِ النَّبِيِّ ص ...لَا صَدَقَةَ وَ ذُو رَحِمٍ مُحْتَاج.[۳۱]" (رشتہ داروں میں ضرورت مند ہوتے ہوئے صدقہ دینا درست نہیں ہے۔) لہٰذا رشتہ داروں کی مالی مدد کرنا اور ان کی ضرورت کو پورا کرنا صاحب استطاعت شخص پر لازم ہے اور حلال کسب کرکے رشتہ داروں کی مالی مدد کرنا ہی صلہ رحمی کا بہترین مصداق اور طریقہ ہے۔ یہی سے کسب حلال کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حلال رزق کما کر اپنے رشتہ داروں کی مدد کر سکتا ہے اور صلہ رحمی کی ذمہ داری نبھا سکتا ہے، کیونکہ جب تک انسان حلال مال نہیں کمائے گا اور صاحب استطاعت نہیں بنے گا دوسروں کی مدد بھی نہیں کر سکے گا۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

مال و دولت کے بارے میں اسلام کے احکامات میں سے ایک حکم یہ ہے کہ جتنا ممکن ہو سکے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اسے دینی اصطلاح میں انفاق کہا جاتا ہے۔ حکم شرعی کے اعتبار سے انفاق کی مختلف قسمیں ہیں بعض واجب ہیں جیسے خمس، زکات اور کفارہ وغیرہ جبکہ کچھ مستحب ہیں جیسے کسی مانگنے والے کو کچھ دینا، وقف کرنا، غریب اور ناداروں کی مدد کرنا وغیرہ۔

---

[۲۹]۔ توبہ/۱۰۴۔
[۳۰]۔ عیاشی، محمد بن مسعود، تفسیر العیاشی، ج۲، ص۱۰۷۔
[۳۱]۔ مفید، محمد بن محمد، الاختصاص، النص، ص۲۱۹۔

خدا کی راہ میں بہت ساری چیزوں کو خرچ کر سکتے ہیں انسانی جان، وقت، عزت اور مال بلکہ قرآن کی روشنی میں ہر وہ چیز اللہ کی راہ میں انفاق کر سکتے ہیں جو اللہ نے ہمیں عطا کی ہے "وَ مِمَّا رَزَقْناهُمْ يُنْفِقُون [۳۲] (جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)

حلال مال انہی چیزوں میں سے ایک اہم ترین چیز ہے جسے انسان اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کر سکتا ہے لیکن ایک طرف سے مال خرچ کرنے اور انفاق کا حکم ہے دوسری طرف سے انسان کے دل میں حب مال ہے وہ کسی صورت نہیں چاہتا جس مال کو کمانے کے لئے اس نے زحمتیں اٹھائی ہیں وہ کسی دوسرے کو دے جیسا کہ قرآن اس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے: "وَ إِنَّهُ لِحُبِ الْخَيْرِ لَشَدِيد [۳۳] (اور وہ مال کی محبت میں سخت ہے۔) لیکن اگر انسان اس دنیا اور مال دنیا کی حقیقت کی طرف متوجہ رہے تو انفاق کرنا نہ صرف آسان ہو جاتا ہے، بلکہ انفاق سے محبت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو کسب حلال کی اہمیت اور پھر کسب شدہ مال کو اللہ کی راہ میں انفاق کرنے کی ترغیب دلانے اور مال دنیا کی حقیقت سمجھانے کے لئے قرآن کریم میں انفاق کے حکم کے ساتھ کچھ اور چیزوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ یہاں پر مقالے کی شرائط کو پیش نظر رکھ کر ان سب سے صرف نظر کر کے صرف بعض کی طرف اشارہ کرینگے۔

حقیقی مالک

انسان کے لئے راہ خدا میں دینا اس وقت سخت ہوتا ہے جب وہ اپنے آپ کو ان ساری چیزوں کا حقیقی مالک سمجھنے لگتا ہے جو اس کے پاس ہے۔ اسی لئے وہ مال جسے اس نے کمایا ہے اس کا حقیقی مالک بھی خود کو سمجھتا ہے اور اس کے کمانے میں کسی دوسرے کو موثر نہیں سمجھتا ہے، بلکہ صرف اپنی کوشش اور زحمات کو ہی موثر سمجھتا ہے کہ صرف اس کی کوشش اور تلاش کے نتیجے میں وہ مالدار بنا ہے اور پھر پوری کوشش کرتا ہے کہ یہ مال اس کی ملکیت سے نکل نہ جائے اور جب اس تفکر کے ساتھ حلال کسب کرے گا تو وہ نہیں چاہتا کہ انفاق کرے، لہذا اسلام نے اس تفکر کے مقابلے میں پہلا قدم جو اٹھایا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو حقیقی مالک کا تصور دیا ہے اور کسی کے مالدار ہونے میں جو چیز تاثیر گزار ہے اس کی طرف انسان کو متوجہ کیا ہے اور کہا کہ رزق دینے والا خدا ہے اور انسان کے مالدار ہونے میں اصل موثر خدا ہی ہے لہذا تم انفاق کرتے ہو تو وہی چیز انفاق کرتے ہو جو اللہ نے تمہیں دی

۳۲۔ بقرہ/۳۔
۳۳۔ عادیات/۸۔

ہے: "أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّه"[۳۴] (جو رزق تمہیں اللہ نے عنایت کیا ہے اس سے کچھ (راہ خدا میں) خرچ کرو۔) "وَ مِمَّا رَزَقْناهُمْ يُنْفِقُون[۳۵]" (جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)

أَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّه[۳۶]" (اور اللہ کی عطا کردہ روزی میں سے خرچ کرتے)

لہٰذا قرآن انسان کے ذہن میں اس بات کو ڈالنا چاہتا ہے کہ مال اور ثروت دینے والی ذات خدا ہے۔ ثروت مند ہونے میں حقیقی موثر وہ ہے۔ رزق دینے والا وہ ہے۔ پس انسان اپنے پاس کچھ مال و متاع آنے کے بعد یہ نہ سوچے کہ یہ صرف اس کی محنتوں کا ہی صلہ ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی محنتیں تو صرف ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ اصل رزق دینے والی ذات اللہ کی ذات ہے کہ وہ تمہاری محنتوں کو رایگان جانے نہیں دیتا۔ تمہاری محنت اور سعی و تلاش کے مطابق تمہیں دنیا کے مال و متاع عطا کرتا ہے۔

جس طرح اللہ تعالی مال و متاع عطا کرتا ہے بلکل اسی طرح عطا کرنے کے بعد بھی حقیقی مالک وہی ہے کیونکہ وہ زمین و آسمان کا مالک ہے: "وَ لِلَّهِ ما فِي السَّماواتِ وَ ما فِي الْأَرْض[۳۷]" (اور آسمانوں اور زمین کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہے۔) زمین اور آسمان میں موجود چیزوں میں سے ایک انسان اور ہر وہ چیز بھی ہے جو انسان کے ہاتھ میں ہے۔ جس طرح اللہ خود انسان کا مالک ہے اسی طرح اس کے پاس موجود مال و ثروت کا حقیقی مالک بھی خدا ہے۔ اللہ جب کسی کو کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو اس نعمت کا حقیقی مالک خدا ہی ہوتا ہے، کیونکہ اس نعمت پر متنعم سے زیادہ منعم کو اختیار حاصل ہوتا ہے، لہٰذا جس کو زیادہ اختیار حاصل ہوگا حقیقت میں وہی حقیقی مالک ہوگا۔

جب انسان کی فکر اور سوچ اس طرح سے پروان چڑھے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے اس کا حقیقی مالک خدا ہے تو اس کے لئے راہ خدا میں انفاق کرتے ہوئے کسی قسم کی جھجک اور پریشانی نہیں ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن میں متعدد بار انفاق کے حکم کے ساتھ اللہ کی حقیقی مالکیت بھی بیان ہوئی ہے: "وَ ما لَكُمْ أَلاَّ تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ لِلَّهِ مِيراثُ السَّماواتِ وَ الْأَرْض[۳۸]" (اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ کے لیے ہے؟)

جب انسان کو یہ بتایا جائے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کا حقیقی مالک خدا ہے لہٰذا اسے راہ خدا میں انفاق کرو تو ایسی صورت حال میں اس کے لئے راہ خدا انفاق کرنے میں کسی قسم کا کوئی مضایقہ نہیں ہوگا۔ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالی کی حقیقی مالکیت کو بیان

۳۴۔ یس/۴۷۔
۳۵۔ بقرہ/۳۔
۳۶۔ نساء/۳۹۔
۳۷۔ آل عمران/۱۰۹۔
۳۸۔ حدید/۱۰۔

کرنے کے لئے زمین اور آسمان کو میراث خدا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ میراث اس مال کو کہا جاتا ہے جو میت کی طرف سے زندہ شخص تک بغیر کسی عقد کے پہنچ جائے[۳۹] یہ اس نکتے کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں انسان اعتباری اور عارضی طور پر اپنے اموال کا مالک ہوتا ہے۔ آخر کار اس کا وارث اور حقیقی مالک خدا ہوگا۔ ایک دن آواز آئے گی: "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْواحِدِ الْقَهَّارِ[۴۰]" (آج کس کی بادشاہت ہے؟ (جواب ملے گا) خدائے واحد، قہار کی۔) لہٰذا انسان کی مالکیت قبول بھی کر لیں تب بھی یہ دائمی ملکیت نہیں ہے، بلکہ ایک مختصر مدت کے لئے عارضی ملکیت شمار کی جائے گی، لہٰذا محدود وقت کی ملکیت کو دائمی ملکیت میں بدلنے اور ابدی فائدہ اٹھانے کا انسان کے پاس اس کی زندگی ایک بہترین موقع ہے۔ اس سے استفادہ کرتے ہوئے بھرپور فائدہ اٹھانا ہوگا۔ انفاق ہی وہ راہ ہے جس کے ذریعے انسان ابدی فائدہ اٹھا سکتا ہے لہٰذا حلال کسب اور کمائی کے دوران انسان کے ذہن میں یہ بات ہونی چاہئے کہ اس حلال کمائی کا حقیقی مالک اللہ کی ذات ہے اسے عارضی مالک بنایا گیا ہے: " وَ ءَاتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِى ءَاتَىٰكُمْ[۴۱]" (اور انہیں اس مال میں سے جو اللہ نے تمہیں بخشا ہے دے دو۔) اگر انسان دنیا کی اس مختصر سی زندگی میں اپنے اموال سے بھرپور استفادہ نہ کرے تو یہ مال اپنے حقیقی مالک کے پاس واپس جائے گا، لیکن اگر اس سے استفادہ کرنے کا طریقہ انسان کو آجائے تو نہ صرف اس کی دنیا آباد ہوگی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی ابدی زندگی بھی آباد ہو جائے گی۔ لہٰذا مال کی مالکیت کے بارے میں اگر انسان کی سوچ درست ہو جائے تو انسان کے لئے راہ خدا میں خرچ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے بلکہ اسے ابدی زندگی آباد کرنے کا بہترین موقع سمجھ کر انفاق کرے گا۔ جب انسان حلال کسب کرے اور اس کا حقیقی مالک خدا کو ہی سمجھے اور پھر راہ الٰہی میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے تو یہ حلال کمائی اس کی دنیا کی خوش بختی کے ساتھ آخرت کو بھی سعادت مند بنا دیتی ہے۔

انفاق کے فوائد

راہ خدا میں خرچ کرنا انسانی مزاج پر آسان بنانے کے لئے اللہ تعالی نے ایک طرف سے انسان کی توجہ حقیقی مالک کی طرف مبذول کرائی ہے دوسری طرف انفاق کے بہت سارے ثمرات بیان کئے ہیں۔ جن کو مد نظر رکھ کر ایک دور اندیش انسان کے لئے انفاق کرنے میں فائدے ہی نظر آتے ہیں اور ان فوائد کے حصول میں حلال کسب اور کمائی کی اہمیت اس پر عیاں ہو جاتی ہے ان فوائد میں سے ایک قرآن مجید نے یہ بیان کیا ہے کہ راہ خدا میں خرچ کرنے سے مال و دولت میں برکت اور اضافہ ہوتا ہے چنانچہ فرمایا:

---

[۳۹]۔ راغب اصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ القرآن، ص ۱۶۵۔
[۴۰]۔ غافر/۱۶۔
[۴۱]۔ نور/۳۳۔

"مَثَلُ الَّذينَ يُنْفِقُونَ أَمْوالَهُمْ في سَبيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنابِلَ في كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَ اللَّهُ يُضاعِفُ لِمَنْ يَشاءُ وَ اللَّهُ واسِعٌ عَليم[۴۲]" (جو لوگ اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں ان (کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس کی سات بالیاں اگ آئیں جن میں سے ہر بالی کے اندر سو سو دانے ہوں اور اللہ جس (کے عمل) کو چاہتا ہے دگنا کر دیتا ہے، اللہ بڑا کشائش والا، دانا ہے۔)

پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول حدیث میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: "وَ اسْتَنْزِلُوا الرِّزْقَ بِالصَّدَقَةِ[۴۳]" (صدقہ دے کر مزید رزق کا نزول مانگ لو۔) راہ خدا میں خرچ کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ انفاق کرنے سے انسان کو نفسیاتی طور پر سکون ملتا ہے جیسا کہ فرمایا: " مَ ثَلُ الَّذينَ يُنْفِقُونَ أَمْوالَهُمُ ابْتِغاءَ مَرْضاتِ اللَّهِ وَ تَثْبيتاً مِنْ أَنْفُسِهِمْ[۴۴]" (اور جو لوگ اپنے اموال کو رضائے خدا کی طلب اور اپنے نفس کے استحکام کی غرض سے خرچ کرتے ہیں۔)

انفاق کرنے کا یہ فائدہ بھی ہے کہ انفاق کرنے والے سے ہر قسم کا خوف اور حزن ختم ہو جاتا ہے: " الَّذينَ يُنْفِقُونَ أَمْوالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَ النَّهارِ سِرًّا وَ عَلانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لا هُمْ يَحْزَنُونَ[۴۵]" (جو لوگ اپنا مال شب و روز پوشیدہ اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ وہ محزون ہوں گے۔)

ان کے علاوہ بہت سارے فوائد قرآن اور حدیث میں بیان ہوئے ہیں یہاں مقالے کی شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی مقدار پر اکتفاء کرتے ہیں ان فوائد کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالی نے انسان کے دل میں موجود حب مال میں تعادل لانے کے لئے انفاق کا حکم دینے کے ساتھ اس کے فوائد کی بھی نشاندہی کی ہے جن کے بارے میں علم ہونے کے بعد انسان انفاق سے ویسی محبت کرنا شروع کرتا ہے جیسی محبت خود مال سے کرتا ہے انہی فوائد کے ضمن میں ہمیں حلال کسب کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے کہ انسان حلال کمائی کرکے راہ خدا میں خرچ کرے تو دنیا اور آخرت میں بہت سارے فوائد اسے نصیب ہونگے حلال کمائی کے بغیر جن کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

نتیجہ

۴۲۔ بقرہ/۲۶۱
۴۳۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ط-الإسلامیۃ)، ج۴، ص ۳۔
۴۴۔ بقرہ/۲۶۵۔
۴۵۔ بقرہ/۲۷۴۔

دین مقدس اسلام میں حلال کسب اور کمائی پر بہت زیادہ تاکید ہوئی ہے۔ انسان کی انفرادی، خانوادگی اور اجتماعی زندگی میں حلال کمائی کے بل بوتے پر رونق آتی ہے۔ مال و متاع کے ذریعے سے انسان مادی اور معنوی ترقی کر سکتا ہے۔ مال کے بارے میں موجود متعدد آیات اور روایات کو سامنے رکھنے سے یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ حلال کسب ایک ایسی چیز ہے کہ بعض واجب امور بھی اس کے بغیر انجام نہیں پا سکتے ہیں۔ حلال مال کے ذریعے بہت سارے اچھے کام انجام دئے جا سکتے ہیں اور خدا کی رضایت حاصل کی جا سکتی ہے۔ جہاں کہیں بھی مال کی مذمت ہوئی ہے وہاں اس مال کی مذمت ہوئی ہے جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے۔ حلال کسب کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی عزت محفوظ ہو جاتی ہے، تحت تکفل افراد کی ضروریات پوری کی جا سکتی ہے، گھر والوں کو آسائش فراہم کی جا سکتی ہے، کسب حلال کی صورت میں ہم صلہ رحمی کو بہتر طریقے سے انجام دے سکتے ہیں۔ حلال مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرکے انسان بہت زیادہ ثواب کما سکتا ہے۔

فہرست منابع

۱. قرآن مجید (ترجمہ انصاریان)
۲. نہج البلاغہ (للصبحی صالح)
۳. طباطبایی، محمد حسین، تفسیر المیزان، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۰ق، چ۲.
۴. فیض کاشانی، محمد محسن بن شاہ مرتضی، تفسیر الصافی، مکتبۃ الصدر، تہران، ۱۴۱۵ھ. ق، چ۲.
۵. ابن بابویہ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، قم، ۱۴۱۳ق، چ۲.
۶. ابن شہر آشوب مازندرانی، محمد بن علی، مناقب آل إبی طالب علیہم السلام، علامہ، قم، ۱۳۸۹، چ۱.
۷. بروجردی، آقا حسین، جامع إحادیث الشیعۃ، انتشارات فرہنگ سبز، تہران، ۱۳۸۶ش، چ۱.
۸. حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ، مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام، قم، ۱۴۰۹ق، چ۱.
۹. شعیری، محمد بن محمد، جامع الأخبار (للشعیری) مطبعہ الحیدریہ، نجف، بی تا، چ۱.
۱۰. طبرسی، فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ناصر خسرو، تہران، ۱۳۷۲ش، چ۳.
۱۱. طوسی، محمد بن الحسن، تہذیب الأحکام (تحقیق خرسان)، دار الکتب الإسلامیہ، تہران، ۱۳۰۷، چ۴.
۱۲. فیض کاشانی، محمد محسن بن شاہ مرتضی، الوافی، کتابخانہ امام إمیر المؤمنین علی علیہ السلام، اصفہان، ۱۴۰۶ق، چ۱.
۱۳. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، الإسلامیۃ، تہران، ۱۴۰۷ق، چ۴.
۱۴. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الأنوار، دار إحیاء التراث العربی، ط – بیروت، ۱۴۰۳ق، چ۲.
مفید، محمد بن محمد، الإختصاص، المو تمر العالمی لالفیۃ الشیخ المفید، قم، ۱۴۱۳ق، چ۱